

اسلامی تہذیب اور مثالی وحدت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

جن باتوں کی طویل انسانی تاریخ اور علم الغش اور علم الاخلاق پوری تائید کرتے ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ بلند ترین مقاصد شریفانہ تعلیمات اور عمل کے اعلیٰ ترین نمونے اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتے اور اگر قائم ہو بھی جائیں تو دامن و باقی نہیں رہ سکتے جب تک کہ ان کی پشت پر ایک انسانی جماعت (بلکہ صحیح الفاظ میں ایک ایسی امت) نہ ہو، جو اس دعوت و تحیر کی علیحدہ اور اس کے راستے میں جدوجہد کرنے والی اور اس کا عملی نمونہ ہو۔

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض انبیاء علیم السلام (چہ جائیکہ مصلحین و معلمین اخلاق اور حکما نے کبار) کی تعلیمات بھی اس وجہ سے زیادہ عرصہ تک باقی ہیں کہ ان کے پیچھے کوئی امت نہ تھی جو ان کے پیغام کی ذمہ داری سنبھالتی۔ اس راستے میں چنان تواری کرتی اور اپنی زندگی اپنے تدن اور حکومت و معاشرت کے ذریعہ ان کا عملی نمونہ پیش کرتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن علاقوں میں وہ بھیجے گئے تھے، وہاں کی زندگی ایک ایسے آب روائی کی طرح بن کر رہ گئی جس کی سطح ایک ہوتی ہے اور وہ اقوام و قبائل جانوروں کے اس

ریوڑ کی طرح ہو گئے جن کا کوئی نگران و نگہبان نہ ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول اور خاتم النبیین ہوں ۔ اور آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے اور نہ کوئی اور کتاب نازل ہو۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے النسبت کو اس خطروہ سے محفوظ کر دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پوری امت کو بھی مبعوث کیا۔ گویا بعثت محمدیہ دوہری بعثت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایسی تعریف کی ہے جو نبوت کے بغیر کسی مبعوث اور مامور من اللہ ہی کی ہو سکتی ہے۔

” تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔“ (آل عمران)

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

” اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت عادل بنادیا ہے تاکہ تم گواہ رہو لوگوں پر اور رسول گواہ رہیں تم پر ۔“ (البقرہ)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اسی طرح کے الفاظ آئے ہیں۔

جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے فرمایا۔

” تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجیے گئے ہونے کے شانگی پیدا کرنے والے۔“ (صحیح بخاری)

بعثت و دعوت کی نہد داری اور اپنی ماموریت و مسئولیت کا شعور احساس صحابہ کرامؓ و تابعین عظام کے دلوں میں اس وقت بھی موجود رہتا جب ایرانی

فائد جنگ رسم نے سیدنا راعی بن عامرؓ سے جنمیں سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے رسم کی طلب پر اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا یہ پوچھا کہ تمہارے یہاں آنے کا محرك و مقصد کیا ہے؟ تو انہوں نے یہ مومانہ اور داعیانہ جواب دیا۔

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم جس کو وہ چاہے بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک خدا کی بندگی پر آمادہ کریں اور دنیا کی ٹنگ سے اس کی وسعت کی طرف اور مذاہب کے ظلم سے بچا کر اسلام کے سایہ عدل میں لاںیں۔“ (البدایہ والنبیا)

اس نقطہ نظر نے انسانیت کے مستقبل کو بے حد متاثر کیا اور وہ لوگوں کے لئے مذاہب و تحریکات اور رحلات کی تاریخ میں ایک نئے تجربہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جس نے تاریخ میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اس نے چھٹی صدی مسیحی کی عالمی صورت حال (جو تقریباً ہر زمانہ میں رہتی ہے) ایسی نہ تھی کہ اس پر چند صالح افراد اثر انداز ہوتے چنانچہ قرآن مجید خدائی غضب کے شکار یہودیوں کے درمیان بھی کچھ صالح افراد کی موجودگی کی گواہی دیتا ہے۔

”سب اہل کتاب یکساں نہیں (انہیں) اہل کتاب میں ایک جماعت قائم ہے یہ لوگ اللہ کی آیتوں کو اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ یہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بحلالی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔ اور اچھی باتوں کی طرف دوڑتے ہیں میں لوگ نیکو کاروں میں سے ہیں۔“ (آل عمران)

مگر ان صالح افراد کا اسلامی معاشرہ اور اسلامی عمل پر کوئی اثر نہ تھا،

کیونکہ وہ صرف چند افراد کتھے اور قومیں افراد کو خاطر میں نہیں لاتیں، چنانچہ ہر دور و دیار میں ایسے صالح افراد رہے ہیں اور اب بھی ہیں، جو اپنے کچھ اعمال و اخلاق اور عبادات میں دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں، لیکن جو خلاء اور منسلک قوموں اور نسلوں اور تمدن و معاشرہ کی طیار پر ہو وہ اس وقت تک پر نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ خیر و صلاح، اسوہ حسن اور عملی نمونہ بھی امت اور انسانی معاشرہ کی طیار نہ ہو جو بلند ترین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تعلیمات، شریفانہ اصول و اخلاق اور مثالی انفرادی و اجتماعی عمل کی نمائندگی، حکومت و سیاست، تجارت و معاملت انفرادی و اجتماعی زندگی، افراد اور جماعتوں کے ساتھ برداشت اور قوموں اور حکومتوں کے ساتھ معاملات، رضامندی و نثار اٹھی، طیار و جنگ، فقر و غنا، ہر حالت اور ہر صورت میں کرتا ہو اور اس امت و جماعت کی عام علامت اور ممتاز خصوصیت نہ بن چکا ہو۔ صحابہ کرامؐ اور وہ مبارک لوگ جنمیں نے گھوارہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں پروردش اور مدرس ایمان و قرآن میں تربیت پالی تھی، انہی مذکورہ علامات و خصوصیات کے مالک تھے۔

ایک انصاف پسند اور تاریخ عالم سے واقف مغربی ایل علم نے اس طبقہ کی بڑی کامیاب تصویر پیش کی ہے، اور ان کی نمایاں و مشترک خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو نبوت کا باغ تازہ اور قرآن کی فصل بدار کملانے کا مستحق ہے، جو من فاضل کائناتی اپنی کتاب ”سین اسلام“ میں لکھتا ہے۔ ” یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وراثت کے سچے

نہائدے، مستقبل میں اسلام کے مبلغ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں، ان کے امین تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسالسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو فکر و جذبات کے ایک ایسے عالم میں پہنچا دیا تھا، جس سے اعلیٰ اور متعدد ماحول کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

درحقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا اور بعد میں انہوں نے جنگ کے موقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار کی تحریم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی تھی۔ جس سے بہترین صالحیتوں کے انسان وجود میں آئے، یہ لوگ مقدس صحیفہ کے امین اور اس کے محافظ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لفظ یا حکم انہیں پہنچا تھا اس کے زردست محافظ تھے۔

یہ تھے اسلام کے قابل احترام پیشوروں جنہوں نے مسلم سوسائٹی کے اولین فتحاء اور حمدشین کو بنم دیا۔

امت اسلامیہ میں عالمی گمراہی، اخلاق و رحمات، انفرادی و بین الاقوامی طرز عمل کے احتساب، انصاف کے قیام، شہادت حق، امر معروف و نهى منکر کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور اس کو قیامت کے دن اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی پر جوابدہ بنایا گیا ہے۔

”اے ایمان والو! اللہ کے لئے پوری پابندی کرنے والے اور عدل کے ساتھ شہادت دینے والے رہو اور کسی جماعت کی دشمنی تمیں اے، پرانے

آمادہ کرے کہ تم (اس کے ساتھ) انصاف ہی نہ کرو، انصاف کرتے رہو (کہ) وہ تقوی سے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈلتے رہو، بے شک اللہ کو اس کی (پوری) خبر ہے کہ تم کیا کرتے رہتے ہو۔ ” (الاندھہ)

اور اس امت کو اپنے فراغض کی ادائیگی میں کوتاہی پر تبیہ کی گئی ہے جس کے نتیجے میں النیت مصیت و مشکل میں پھنس سکتی ہے اور رونے زمین پر فحش و فساد اور انار کی پھیل سکتی ہے، چنانچہ اس چھوٹے سے اسلامی مجموعہ کو (جو دینہ کی ابتداء تندیگی میں تھا، اور اس کی تعداد چند سو سے زائد نہ تھی) مخاطب کرتے ہوئے اور اسے دعوت و عقیدہ کی بنیاد پر اسلامی اخوت قائم کرنے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

اگر یہ نہ کرو گے تو زمین میں (بڑا) فحش اور بڑا فساد پھیل جائے گا

” (الانفال)

پھر کیا آج کی ملت اسلامیہ اس کی مخاطب نہیں جس سے معمورہ عالم آباد ہے، اور جو بڑی بڑی حکومتیں اور افرادی طاقت رکھتی ہے۔ جب وہ اپنے قائدانہ اور داعیانہ منصب و مقام کو خالی چھوڑ دے گی اور اپنی اجتماعی ذمہ داری (اخلاقی نگرانی اور رحمات کے اختساب مظلوم کی حمایت اور ظالم کی مذمت و سرزنش) سے منہ موز لے گی تو دنیا پر اس بڑی کوتاہی اور خطرناک غلطی کا کیسا براثر پڑے گا۔

قرآن اس امت کو اس کے داعیانہ قائدانہ مقام اصلاح کی ذمہ داری اور امر بالمعروف و نهى عن المنکر کی مسویت کی یاد گذشتہ اقوام کا حوالہ دیتے ہوئے

اور اس کے شعور و احساس کو بیدار کرتے ہوئے دلاتا ہے۔
 ”پس کاش تمہارے پیشتر کی امتوں سے ایسے باشعور لوگ ہوتے جو
 منع کرتے ملک میں فساد (پھیلانے) سے بجز چند لوگوں کے جن کو ہم نے
 ان میں سے بچالیا تھا اور جو لوگ (اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، وہ
 جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچے پڑے رہے اور (عادی) محروم ہو گئے۔
 ” (ہود)

شاعر اسلام ڈاکٹر محمد اقبال نے اس حقیقت کو اپنی نظم ”ابلیس کی
 مجلس شوریٰ“ میں بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اور صدر مجلس ابلیس کی زبان
 سے اس خطرہ کی نشاندہی کی ہے، جو مسلمانوں کے وجود، ان کی بیداری اور
 ان کی عالی ذمہ داری سے ابلیسی نظام کو لاحق ہے، چنانچہ ابلیس اپنے
 مشیروں سے کہتا ہے۔

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں ظلم شش جہات
 ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات
 تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
 تابساط زندگی پر اس کے سب مرے ہوں مات
 خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام
 چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہاں بے ثبات
 ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
 جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تاثنا نے حیات

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
بے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

اس نقطہ نظر سے یہ بات لازمی ہو جاتی ہے کہ انسانی تمدن میں تاثیری
عمل جاری رہے اور وقہ وقہ سے اس کا از سر نو جائزہ لیا جاتا رہے اور
تخریبی اور شرپسند عناصر اور فاسد و مملک رحمات سے برابر اس کی حفاظت کی
جائی رہے ۔

اس کے خاص طور پر دو سبب ہیں، ایک تو یہ کہ اقوام عالم صلاح و فضاد
کے نئے اور متشاد عناصر کے تابع اور ان سے متاثر ہوتی رہتی ہیں اور زندگی ہر
دم روائی دوان ہے اور اس کا کارروائی کمیں اور کبھی لٹھرتا نہیں، اس لئے
تحوڑے تھوڑے وقہ سے اس کی سمت و رفتار کو دیکھتے رہنا اور اس کی نئی
ضرورتوں کو پورا کرنا ناگزیر ہوتا ہے، افسوس کا مقام ہے کہ اس عمد اخیر میں
تخریبی و مفسد تحریکیوں اور فلسفوں کے زیر اثر آکر ملت اسلامیہ عالیٰ قیادت
کے میدان سے الگ ہو کر گویا اپنے خول میں بند ہو کر رہ گئی ہے ۔

دوسری سبب یہ ہے کہ امت اسلامیہ ہی آخری آسمانی پیغام کی حامل ایک
ابدی امت اور انسانیت کی مرکز امید ہے، اس لئے اسے اپنے پیغام کو سینے
سے لگانے رہنا چاہئے اور قافلہ انسانیت کی قیادت اور دنیا کی نگرانی اور عقائد و
اخلاق اور انفرادی و میں الاقوایی تعلقات پر نظر رکھنی چاہئے، اس لئے کہ قومیں
صرف تاریخ کے سارے یا اپنی عظمت رفت اور گرخت کامرانیوں کی بدولت
نہیں بلکہ جد مسلسل، دائمی سرگرمی مستقل احساس ذمہ داری، ہمسہ دم قربانی

کے لئے آمادگی، جدت و ندرت اور اپنی تازہ کار قوت افادیت و صلاحیت کے بل پر زندہ تابندہ رہتی ہیں، وہ جب اپنے منصب و مقام کو چھوڑ کر گوشہ عافیت میں چلی جاتی ہیں تو تاریخ کے دفتر پاریس کا حصہ بن جاتی ہیں اور زمانہ انہیں طاق نسیاں پر رکھ رہتا ہے، اس نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضرورت ہے کہ وہ از سرفو اپنے دعویٰ، تہذیب اور فائدہ کردار کے ساتھ سرگرم سفر ہو۔

وہ عالمی وحدت جس کی وسعت، گمراہی اور پانداری کی مثال تاریخ نے انسانی تہذیبوں اور معاشروں میں نہیں دیکھی، وہ وحدت عقیدہ کی بنیاد پر قائم تھی، اور اب بھی قائم ہے اور وہ عقیدہ توحید، نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) حیات بعد الموت پر ایمان کا نام ہے، جس میں بظاہر کائنات اوز قدرت الہی کے مشاہدہ اور توجیہ میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور اشیاء کی ماہیت اور ان کی قدر و قیمت، اللہ پر ایمان، مقصد تخلیق و نکوین اور زندگی کے بے شبابی اور ان اقدار پر یقین سے متعین ہوتی ہے جو اسلام نے قائم کئے ہیں اور جنہیں اس وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی زندگی، اور صدر اول کے مسلمانوں نے اپنی استنطاعت و صلاحیت کے اس فرق کے ساتھ (جو زمانہ، ماحول، تربیت اور خارجی اثرات کاظفہ تینیجہ ہے) پیش کیا جاتا ہے، لیکن وہ وحدت تمام اسلامی معاشروں میں اور اسلام کے ظہور کے بعد تمام زمانوں میں قدر مشترک رہی ہے، اور ایک امت اور ایک مذہب کے متعین کے درمیان تمام مشترک عناصر

سے زیادہ واضح، زیادہ ممتاز اور زیادہ گرامی رکھتی ہے۔

اس کے بعد اسلام کی تہذیب وحدت ہے جو بڑی حد تک احکام شرعیہ اور اخلاقی تعلیمات کی بنیاد پر (معیاروں اور ان پر عمل کی نوعیت کے اختلاف کے باوجود) قائم ہے، اس اختلاف سے مفتر نہیں جو اسلام لانے والی قوموں، ملکوں، زمانوں، اور حکومتوں کے آخلاف کا نتیجہ ہے، مگر یہ تہذیب اسلام کی مخصوص چھاپ رکھتی ہے اور عقیدہ میں توحید، معاشرت میں احترامesa'iat و مساوات اور اخلاق اور طرزِ عمل کے معاملہ میں (دوسری تہذیبوں کے مقابلہ میں) خوف خدا اور حیا و تواضع رکھتی ہے، اسی طرح عمل کے میدان میں سعی آخرت اور اللہ کے لئے جہاد، میدان جنگ میں (دوسری معاصر مادی تہذیبوں کے بالمقابل) رحمت و مروت اور انفرادی خانگی زندگی میں "طہارت" کی ممتاز علامت رکھتی ہے اور جو اس نظمات و صفائی سے بلند تر اور الگ حقیقت ہے جو ترقی یافتہ اور صالح تہذیبوں میں مشترک ہے، اسی طرح جانوروں اور پرندوں کے گوشت کو پاک کرنے کے لئے وہ ذبح و قربانی کا طریقہ اپنائی جائے۔

وحدت کی ممتاز علامتیں!

مختلف ملکوں میں مسلمانوں کے نام ان کے دور دراز فاصلوں پر واقع ہونے اور اسلامی اختلافات کے باوجود اوروں سے ممتاز اور اکثر عربی اور انبیاء و صحابہؓ اور اہل بیتؑ اور سلف صالحین کے ناموں سے مانوذ ہوتے ہیں اور ان میں عقیدہ توحید اور خدا کے لئے حد و عبدیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور

عقیدت و محبت کی علامت کے طور پر "محمد واحد" نام بکثرت رکھے جاتے ہیں۔

بائیکی ملاقات میں السلام علیکم کرنے کا بھی عام رواج ہے ، بہت سے قرآنی الفاظ اور آیات الحمد لله ، ماشاء الله ، انشاء الله ، انا لله و انا اليه راجعون اور لاحول ولا قوة الا بالله مختلف مواقع اور ضرورتوں پر ورد زبان رہتی ہیں۔

یہ دینی وہ تمذیزی وحدت ، فرانپش و واجبات مذہبی شعائر ، اجتماعی تقریبات کے موقع پر زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہے ، چنانچہ پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر (مختلف ملکوں کے اوقات کو سامنے رکھتے ہونے) متعین رکعتوں کے ساتھ زیادہ تر مسجدوں میں ادا کی جاتی ہیں۔ اور ان میں کوئی بھی اور کمیں کار منے والا اور کوئی زبان بولنے والا مسلمان شریک ہو سکتا ہے اور بغیر کسی مقامی تعلیم و رہنمائی کی مدد کے نمازوں کی طلب پر امامت بھی کر سکتا ہے ، قرآن مجید وہ تنہ آسمانی کتاب ہے ، جو تمام ملکوں اور زمانوں میں تجوید و ترتیل سے پڑھی اور حفظ کی جاتی رہتی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹیکا نے اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں لکھا ہے۔

"قرآن روئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔" اس طرح اذان تمام مسجدوں سے یکساں الفاظ میں دی جاتی ہے ، ماہ رمضان تمام عالم اسلام میں (موسموں کے اختلاف کے باوجود) روزوں کا مہینہ ہے ، مسلمان دو عیدیں (عید الفطر و عید الفتح) مناتے ہیں اور اللہ کے

تکرانے کے طور پر دوگاہ ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد خطبہ میں اپنے فرق و مراتب کے باوجود سبھی مسلمان شریک ہوتے ہیں، اسی طرح حج کے لئے سب لوگ دور دراز مقامات سے مکہ معظمہ کا قصد کرتے ہیں اور یہ سب اسلام کی طویل تاریخ میں بغیر انقطاع اور سیاسی انقلاب اور اجتماعی و اقتصادی تغیرات کے باوجود ہوتا رہتا ہے، یہی ایسی وحدت کا نمونہ پیش کرتا ہے، جس کی اقوام و ملل اور مختلف معاشروں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

اس منفرد وحدت کو متعدد مغربی فضلاء اور اصحاب فکر و اہل قلم نے محسوس کیا اور اسے سراہا ہے، ہم یہاں صرف چند شادتوں پر آتفا کرتے ہیں۔ ہمیشہ گلب تکھتا ہے۔

”اسلام ایک تصویر ہے، جو ایک مریوط لیکن مختلف سیاسی معاشرتی اور مذہبی اجتماعیت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے اور اس نے مختلف خطوں اور ادوار میں، مقامی، جغرافیائی، سماجی اور سیاسی قوتوں سے اثر پذیر ہو کر مختلف خصوصیات کا اظہار کیا ہے، مثال کے طور پر شمال مغربی افریقہ اور عمد وسطی کے اسپین کا مغربی ایشیاء میں اسلام کے مرکز سے گمرا تعلق تھا، ان کی تہذیب اسی مرکزی تہذیب کی ایک شاخ تھی، لیکن انہوں نے کئی امتیازی خصوصیات پیدا کیں۔ جنمون نے مغربی ایشیاء پر بھی اثر ڈالا، دوسرے بڑے اور خود کفیل خطوں ملٹا تختی براعظم ہند اور انڈو یشیا اور جنوبی روس کے سحرانی علاقوں سے لے کر چین کی سرحدوں تک متوازی عوامل نے اسی طریقی امتیازی خصوصیات پیدا کیں، لیکن ان سب نے اور ان میں سے

ہر ایک نے آسمانی سے قابل شناخت اسلامی رنگ برقرار رکھا۔“
ولفرڈ کا نتیل اسستھ لکھتا ہے۔

”مسلمانوں کی کامیابی ان کے مذہب کی داخلی کامیابی ہے، وہ صرف میدان جنگ میں فاتح نہیں ہوتے اور انہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں پر ہی اثر نہیں ڈالا بلکہ مقابلہاً مختصر عرصہ میں انہوں نے زندگی کو ایک ایسی مجموعی شکل دینے میں کامیابی حاصل کی جائے تھد کتے ہیں، اسلامی تہذیب کی تشکیل میں مختلف عوام جیسے عرب، یونان، شرق اوسط کی سائی تہذیب، ساسانی ایران اور ہندوستانی عناصر نے حصہ لیا، مسلمانوں کا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ان سب عناصر کو ایک ہم جنس طریقہ زندگی میں متعدد کر دیا اور اسے باقی رکھنے کی قوت فراہم کی، زندگی کے ہر رخ کو اس نے اسلامی شکل دی خواہ اس کے ترکیبی عناصر کی ماہیت کچھ بھی رہی ہو۔“

اسلامی طرز زندگی نے معاشرہ کو وحدت و قوت عطا کی، متعدد رکھنے والی اس وقت میں مذہبی قانون کو مرکزی مقام حاصل تھا جس نے اپنے طاقتوں اور متعین دھارے کے ذریعہ رسوم و عبادات سے لے کر ملکیت تک ہر چیز کو منضبط کر دیا، شرعی قانون نے اسلامی معاشرہ کو قرطباً سے ملتیان تک وحدت عطا کی اس نے مسلم افراد کو بھی وحدت عطا کی اور اس کی زندگی کے سبھی اعمال کو ملکوئی رنگ دے کر با معنی بنادیا۔ معاشرہ کو تسلسل دے کر اس نے زمانہ کو بھی وحدت بخشی، سلاطین کا سلسہ آتا اور جاتا رہا، لیکن ان کی حیثیت ربی احکام کے مطابق کردہ ارضی پر عمرانی زندگی کی تشکیل کی مسلسل

کوشش میں محض فہمی رہی۔ ”

اسلامی تہذیب، ایسی تہذیب ہے جس کا فہمیر و خمیر اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی اور اس کا یقین ایمان ہے، وہ خدامی رنگ (صبغہ اللہ) میں رنگی ہوئی ہے اور ایمان و اذان کی بنیادوں پر قائم ہے، اس لئے اس کو دینی رنگ اور ربائی آہنگ اور ایمانی روح سے الگ کرنا ممکن نہیں اور اس پر جب بھی قوی عصبیت، جالی حیث، نسلی کشکش، مادی ہوس، اخلاقی زوال یا معاشرتی انارکی طاری ہوئی ہے، تو وہ عارضی طور پر یا خارجی اثرات یا اس ماحول و معاشرہ کی دین ہی ہے، جس سے کوئی اسلامی عنصر نکلا ہے، یا اس میں اسلامی شافت سے عدم تاثر و استفادہ اور قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے اوپرین و اساسی مصادر سے عدم اشتغال کو دخل رہا ہے۔

ایسی لئے مسلم اقوام و ممالک کی تاریخ میں اصلاحی و تجدید، فساد و بدعتات اور جالی اثرات کے خلاف جدوجہد کا ایسا سلسلہ رہا ہے جس کی غیر اسلامی اقوام و مذہب میں کوئی مثال نہیں ملتی، اسی طرح ان مبارک کوششوں کو ایسی کامیابی بھی ملی جو دوسری اقوام و مذاہب کی تاریخ میں ناپید ہے، اور ایسا اس لئے ممکن ہو۔ کا کہ یہ کوششیں اس امت کے جوہر ذاتی، اس کی روح اور اس کے ذہن و نفسیات سے مطابقت رکھتی تھیں، اور وہ انہیں اصول و مبادی سے عبارت تھیں جن پر اس امت کا وجود قائم تھا اور جان سے اس کا تاریخی سفر شروع ہوا تھا۔

اسلام کی تہذیبی عطا اور اسلامی تہذیب پر اس کے احسانات کی شرح

اور قافلہ انسانیت کو زوال و خود کشی سے بچانے اور اسے فروغ و ترقی عطا کرنے کے سلسلہ میں اسلام کی عظیم خدمات کے ذکر کے بعد ایک ابدی و تاریخی حقیقت کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ انسانی تدبیب میں تاثیری عمل، اور اس کا واقعًا فوقاً از سر نوجائز یتے رہنے اور اسے ”قدیم صالح و جدید نافع“ کا امتراج عطا کرنے اور اسے تحریک و مملک عناصر اور فاسد و مفسد رجھاتا سے بچانے کا عمل مستقل اور مسلسل طور پر انجام دیا جانا چاہئے۔

دوسری عالمی و تاریخی حقیقت یہ ہے کہ امت اسلامی، انسانی تدبیب پر اس حالت میں اثر انداز نہیں ہو سکتی کہ وہ خود دوسری تدبیبوں کے دستر خوان کی رینہ چیں ہو، اور ان کے سر چشمہ سے سیراب ہو رہی ہو اور ان کے اثرات میں لگے لگے ڈوبی ہوئی ہو، وہ اس صورت حال میں تو اوروں کو متوجہ بھی نہیں کر سکتی، چہ جاینکہ وہ دوسری قوموں کو اپنی تقسیم پر آمادہ کر سکے، ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے، جب وہ پوری طرح اس بات پر ایمان رکھتی ہو کہ اس کی تدبیب و ثقافت مستقل بالذات ہے اور ربانی و آسمانی خصوصیات رکھتی ہے، ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے مناسب و مفید ہے، مضبوط بنیادوں پر قائم اور کتاب و سنت سے ماخوذ اور ربانی ہدایات اور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ اور اس میں عفت و طمارت کا ایک خاص تصور ہے، کیونکہ اس کی ”طمارت“ صرف ”نظافت“ کے متراوٹ نہیں اور نہ اس کے یہاں ”عفت“ کا مفہوم اخلاقی غلطیبوں سے اجتناب تک محدود ہے، بلکہ اس کے وسیع معافی اور دور رس اور ہمہ گیر معاہدیم ہیں، اسلامی زندگی مغربی

تدبیر سے کوئی منابع نہیں رکھتی، جس کی نشوونما مخصوص تاریخی عوامل کے زیر اثر اور ایسے ماحول میں ہوئی ہے، جس پر مادت کا غالبہ بنتا اور ایک طویل عرصہ تک اس پر مذہب دشمنی اور اخلاق و صلاح اقدار سے بغاوت کی حکمرانی رکھتی جیسا کہ اس تدبیر اور اس کی تاریخ کے ایک بڑے واقف کار (ڈاکٹر علامہ محمد اقبال) کا کہنا ہے۔

کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

تمدنی سہولتوں اور نئی مصنوعات کی ایجادوں اور سائنس کی معلومات اور اسلامی تدبیر کے جلال و جمال سادگی و حقیقت پسندی، طہارت و نظافت پر توجہ اسراف و فضول خرچی اور خارجی مظاہر اور نمائش سے پرہیز کا باہمی اتفاق و ابتعاد اس وقت بہت آسان ہے، جب اسلامی حکومتوں اور معاشروں کو مستقل غیر تقسیدی و غیر عاجلانہ اور احساس کمتری سے دور رہتے ہوئے تمدنی متصوبہ بندی کی توفیق ہو اور ان میں ذہانت کی چمک اور اسلامی تعلیمات اور اسلامی تدبیر کے اثر سے ایمان و انفرادیت موجود ہو، جس کی وہ مرہون منت ہیں اور اس کے ساتھ ان میں اپنے اسلامی شخص و امتیاز پر فخر کا جذبہ بھی کار فرما ہو۔

بشكريي:

القادر پرنشنگ پرسا فور : 7723748

جنگ ۲۵ جون ۱۹۹۳ء